

ماہ رمضان اور روزہ کے متعلق فتاویٰ اور مسائل

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں)

(تقریر نمبر 2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ - أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ
وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ - (البقرہ: 184-185)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روزہ دار کے لیے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اے اُس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اُس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

(حدیقتہ الصالحین حدیث 268)

کیا ادا ہے مرے خالق، مرے مالک، مرے گھر
چھپ کے چوروں کی طرح رات کو آنے والے

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشادات کی روشنی میں رمضان وروزہ کے مسائل کو سنتے ہیں۔

مریض اور مسافر کا روزہ

آیت أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: 185) یعنی گنتی کے چند دن ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ پس جو کوئی بھی نفلی نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ کے تفسیری نوٹ میں حضور نے فرمایا ہے کہ:

”اس آیت میں يُطِيقُونَهُ کے دو معنی ہیں: ایک وہ جو طاقت رکھتے ہیں اور ایک وہ جو طاقت نہیں رکھتے کیونکہ اس لفظ سلبی اور ایجابی دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وقتی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں مگر ویسے روزہ کی طاقت رکھتے ہوں ان کو فدیہ دینا چاہیے البتہ انہیں چھٹے ہوئے روزے بعد میں رکھنے ہوں گے۔ دوسرے وہ جو طاقت ہی نہیں رکھتے ان کے لیے فدیہ کافی ہو گا اور بعد میں روزے نہیں رکھنے ہوں گے۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 47)

کتنے میل کا سفر ہو تو روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

فرمایا:

”سفر کے متعلق میں پہلے بھی بار بار بیان کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر اختیار فرمائے ہیں ان کے متعلق قطعی طور پر ہمیں میلوں کا حساب نہیں ملتا۔ لیکن لفظ سفر قرآن کریم نے رکھا ہے اس کی فاصلے میں تعین نہیں کی اس میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ زمانے کے بدلنے سے سفر کی تعریف بھی بدلتی جاتی ہے۔ ایک سفر وہ تھا جو اُس زمانے میں کیا جاتا تھا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ایک منزل بارہ میل سے لے کر بیس میل تک ہوتی تھی۔ تو اس خیال سے بعض علماء نے 12 سے 20 میل کے درمیان کا فاصلہ سفر کا فاصلہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں اور اب تو خاص طور پر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک شہر میں ہی ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک سو میل کے قریب بن جاتا ہے۔ میں جب اٹھہتر (1978ء) میں امریکہ گیا تھا تو شکاگو میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرے ہم جہاں وہ ایک کنارے پر واقع تھا۔ دوپہر کو ہمارا کھانا کہیں تھا وہاں تک کا فاصلہ ستر (70) میل کے قریب تھا یا کچھ زائد اور پھر رات کا کھانا کہیں اور تھا وہاں بھی ستراسی میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے جو کم و بیش اتنا ہی ہے جیسے ربوہ سے شیخوپورہ چلے جائیں یا لاہور کے کنارے تک پہنچ جائیں اور وہ سفر نہیں تھا ہمارا دل بتاتا تھا۔ سب جانتے تھے کہ ہمارا یہ سفر نہیں Trip ہے شہر کے اندر اتنے بڑے بڑے فاصلے ہوتے ہیں لیکن اگر انسان سفر پر نکلے اور ارادہ سفر کا ہو تو اس سے بہت کم فاصلے بھی سفر بن سکتے ہیں۔ انسانی مزاج بتاتا ہے اُس کی نیت کا دخل ہوتا ہے کہ ہم سفر پر چل رہے ہیں کہ نہیں اس لئے میلوں میں سفر ناپنا درست ہے نہ کوئی قطعی سند ایسی ملے گی کہ اتنے میل پر سفر شروع ہوتا ہے جب آپ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں اور کچھ عرصے کے لئے یہ ارادہ کر کے نکلتے ہیں کہ ہم اب باہر رہیں گے تو سفر شروع ہو جاتا ہے سفر شروع ہونے کے بعد پھر یہ بحث نہیں رہتی کہ تھوڑا سفر کیا ہے یا زیادہ کیا ہے اگر آپ سفر کی نیت سے نکلتے ہیں تو تھوڑا سا سفر کرنے پر بھی آپ کا سفر شروع ہے اور یہی حال واپسی کا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق روایت ملتی ہے کہ جب آپ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز پڑھتے تھے وہ قصر کرتے تھے حالانکہ شہر ہو سکتا ہے کوس دو کوس کے فاصلے پر رہ گیا ہو تو یہ سارے معاملات نیتوں سے تعلق رکھتے ہیں اس ضمن میں ایک بحث جو اٹھائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اب ہمارے سفر خواہ کتنے بھی لمبے ہوں وہ آرام دہ ہو گئے ہیں اس لئے سفر کی جو سہولتیں قرآن کریم نے دی ہیں ان سے استفادہ جائز نہیں یہ بات بھی غلط ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کریم کا جو مرتبہ ہے اس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں یہ بات پیدا ہوتی ہے قرآن کریم میں جب اللہ تعالیٰ سفر کی سہولت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہر زمانے میں سفر کس کس کیفیت سے گزریں گے اور آسان ہوں گے یا مشکل ہوں گے یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں پھر ہر سفر اُس زمانے میں بھی تو ایک جیسا نہیں تھا کچھ خواتین اونٹوں پہ ہو دج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں کچھ کو بہار اٹھا کر پھر کرتے تھے کچھ پیدل چلنے والے تھے کچھ سوار تھے گرمیوں کے سفر تھے سردیوں کے سفر تھے مختلف سفر کی کیفیات اُس زمانے میں بھی ادلتی بدلتی تھیں تو اس زمانے میں اگر سفر کی کیفیات بدلی ہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ انسانی مزاج بھی تو بہت بدل چکے ہیں اس زمانے میں ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ ہمایوں نے ایک سو میل کی منزل گھڑ سواری کے ساتھ کی ہے جب اس کی منہ بولی بہن کی طرف سے فریاد آئی تھی کوئی خطرہ لاحق ہوا تھا تو اس نے سو میل کی منزل ماری تھی پس وہ بھی لوگ تھے جو ایسے کڑے بدن کے تھے کہ سو سو میل کی منزلیں گھوڑے پر طے کرتے تھے آج حال یہ ہے کہ دس بارہ میل گھوڑے پر جو سفر کر لے تو جوڑ جوڑ دکھنے لگتا ہے تو اس لئے مزاج بھی تو بدلے ہیں اب دیکھ لیجئے سفر خواہ کتنے ہی آسان ہو گئے ہوں جو شخص چھ گھنٹے میں جیٹ (Jet) میں بیٹھ کر لندن سے امریکہ پہنچتا ہے وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا تھکاؤ سے یہ حال ہو جاتا ہے کہ باقاعدہ اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ تم فوری طور پر اپنی کسی اہم میننگ میں نہ جاؤ اور ڈرائیونگ خود نہ کرو Jet Lag ہو گیا ہے۔ تو زمانہ بدلنا ہے تو ساری کیفیات بدلی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ سفر ہے وہاں سفر کی سہولتیں ضروری ہوتی ہیں گھر کی اور بات ہے سفر کی اور بات ہے وہ پنجابی میں کہتے ہیں

”جیرے عیش چو بارے نہ پلننہ بخارے“

جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو مسافر بن جاتا ہے اور بے آرامی شروع ہو جاتی ہے۔“

(مجلس عرفان۔ الفضل 20/ اپریل 2002ء صفحہ 3)

ناروے جہاں تین مہینے کا دن اور تین مہینے کی رات ہوتی ہے۔ تو وہاں روزے کی کیا صورت ہے؟

فرمایا:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرمادیا تھا۔ Arctic سرکل کے اوپر جو عین نقطہ ہے۔ اس پہ چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ ذکر فرمایا کہ آئندہ دنیا میں دن چھ مہینے کے اور چھ مہینے کی رات بھی ہو کرے گی۔ دجال کے زمانے میں۔ اب اُس زمانے میں کوئی وہم بھی نہیں

کر سکتا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ دجال کے زمانے میں یعنی آج کل اُس کا پتہ لگنا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے Arctic سرکل کس کو پتہ تھا کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ عربوں بے چاروں کو تو ہم بھی نہیں آتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا تو صحابہ میں سے ایک نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا ہم چھ مہینے کا روزہ رکھیں گے اور نمازیں چھ مہینے میں صرف پانچ ہو کریں گی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عام دنوں کے مطابق اندازہ کیا کرو۔ چوبیس گھنٹے کا نامل دن ہوتا ہے اس میں پانچ نمازیں ہوتی ہیں اور چوبیس گھنٹے کے دن میں آدھا دن روزے کا ہوا کرتا ہے تو اس حساب سے بارہ گھنٹے کا روزہ رکھ لیا کرنا اور پورے چوبیس گھنٹے کے اندر پانچ نمازیں پڑھا کرنا۔ دیکھو کتنا پر حکمت جواب ہے۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 29 جولائی 2000ء صفحہ 4)

سامعین! ایک لجنہ بہن نے سوال کیا کہ بعض بیمار اور غریب نہ روزے رکھ سکتے اور نہ ہی فدیہ دے سکتے ہوں۔ اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

فرمایا:

”اُن کے لئے حکم ہے کہ وہ چپ کر کے جو ملتا ہے کھایا کریں قرآن کریم میں کوئی سختی نہیں ہے۔ بہت نرمی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس معاملے میں بہت نرمی فرمایا کرتے تھے۔ ایک آدمی آنحضرتؐ کے پاس آیا کہ میں نے کچھ قصور کیا ہے جو بھی اس کا فدیہ دینا ہے اُس کے بدلے کچھ صدقہ دینا ہے تو میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے کیا کروں تو عجیب اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اسی وقت رسول اللہ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا تختہ آگیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ لے لو اور جا کے صدقہ دے دو۔ تو اُس نے کہا کہ کس کو دوں یہاں مجھ سے زیادہ تو کوئی غریب ہے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا خود ہی کھا لو۔ یہ کتنا پیارا مذہب ہے کتنا آسان ہے کہ جو مجبور ہے وہ مجبور ہے بیچارہ اللہ تعالیٰ اس کی غریب کے دل کی خواہش کو قبول کرے گا۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 25 نومبر 2000ء صفحہ 4)

بچے روزے کیوں نہیں رکھ سکتے؟

فرمایا:

”بچے رکھ سکتے ہیں۔ چھوٹے بچے ہوں تو وہ چڑی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ تھوڑا سا روزہ۔ کئی بچے ہوتے ہیں جو دو دفعہ روزہ رکھتے ہیں ایک دفعہ دوپہر کے کھانے تک اور ایک دفعہ شام کو جب روزہ ٹوٹتا ہے۔ پھر کئی تین دفعہ رکھ لیتے ہیں۔ تو بچوں کو سکھانے کی خاطر اس چھوٹے سے روزے کو چڑی روزہ کہتے ہیں۔ تاکہ ان کو عادت پڑے اور جب پورا روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں تو بالغ نہ بھی ہوں تو رکھ سکتے ہیں اور بہت سے ایسے بچے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ رکھتے ہیں۔ ہم بھی رکھا کرتے تھے۔ تو اس سے روزہ رکھنے کی پریکٹس ہو جایا کرتی ہے۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 9 اپریل 2001ء صفحہ 5)

کسی بچے نے حضورؐ سے پوچھا کہ رمضان میں کس عمر سے روزے رکھنے چاہئیں؟

حضور انور نے دریافت فرمایا: تمہاری عمر کتنی ہے؟ بچے نے عرض کیا۔ گیارہ سال۔ حضور نے فرمایا: کبھی روزہ رکھا ہے؟ بچے نے عرض کیا۔ جی۔ فرمایا کتنے! بچے نے جواب دیا (14) چودہ حضور نے فرمایا: کس عمر سے رکھنے شروع کئے ہیں؟ بچے نے جواباً عرض کیا (9) نو سال سے۔

فرمایا ”ٹھیک ہے پھر۔ بڑی اچھی عمر ہے۔ اور جوان ہوتے ہوتے پھر پوری طرح پورے روزوں کی پریکٹس ہو جائے بعض بچے آدھا آدھا رکھتے ہیں ان کو سکھانے کے لئے مائیں کہتی ہیں تمہارا آدھا روزہ ہے سحری کے وقت اٹھتے ہیں پھر بارہ بجے روزہ کھول لیتے ہیں۔ پھر شام کو کھولتے ہیں۔ تم تو پورے روزے رکھ چکے ہو چودہ۔ شاباش۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 23 فروری 2000ء صفحہ 3)

بھول چوک اور چکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

فرمایا:

”صحیح بخاری کتاب الصوم میں سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اگر کوئی بھول کے کھائے پئے تو چاہئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ نے ہی اسے کھلایا اور پلایا ہے۔“

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصائم اذا اكل او شرب ناسيا، حدیث نمبر: 1933)

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب بھول کر کھاتا ہے تو روزہ ٹوٹتا نہیں ہے اس لئے اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ”روزہ پورا کرے“ وہ روزہ ہر گز نہیں ٹوٹا کیونکہ یہ بھول چوک بھی اللہ تعالیٰ نے بندے کے ساتھ لگائی ہوئی ہے اور روزمرہ چونکہ کھانے کی عادت ہوتی ہے اس لئے بعض لوگ بھول جاتے ہیں تو کسی تردد کی ضرورت نہیں، خدا نے آسانی پیدا فرمائی ہے، مشکل نہیں پیدا فرمائی لیکن اس میں ایک احتیاط ضروری ہے۔ اگر کوئی انسان کلی وغیرہ کرنے میں بے احتیاطی سے کام لے، نہاتے وقت بھی انسان بار بار منہ میں پانی ڈالتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی بے احتیاطی کے نتیجہ میں بعض دفعہ پانی گلے سے نیچے اتر جاتا ہے۔ اس صورت میں روزہ برقرار رکھنا ہو گا مگر روزہ ٹوٹ بھی جاتا ہے یعنی یہ روزہ ایک فاقہ کے طور پر روزہ کھلنے کے وقت تک برقرار رکھنا ضروری ہے مگر روزوں میں شمار نہیں ہو گا، اس روزہ کی عدت پھر پوری کرنی ہے۔ جو مدت مقرر فرمائی گئی ہے کہ تیس روزے رکھو یا انتیس کارمضان ہو تو انتیس رکھو یہ مدت بعد میں پوری کرنی ہوگی۔ تو یہ دو الگ الگ مسئلے ہیں۔ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹا اور مدت کو پورا کرنے کی ضرورت نہیں مگر بے احتیاطیاں کرنے کے نتیجہ میں جب پانی پیٹ میں چلا جائے یا کچھ کھانے کی چیز چلی جائے تو ایسی صورت میں وہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

چکھنے کا مسئلہ اس کے علاوہ ہے۔ چکھنے کے نتیجہ میں روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انسان وہ نگل نہ لے۔ تو روزہ نگلنے سے ٹوٹتا ہے جو باہر سے چیز آئے اور نگل لے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے منہ کو ایک قسم کی ڈیوڑھی بنایا ہے وہ چیز جو اندر سے اوپر نکلتی ہے اور ساتھ ہی واپس چلی جائے وہ اگرچہ گلے کے مقام سے کچھ آگے بڑھ گئی تھی لیکن پھر واپس چلی گئی اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ تھوک جو اندر سے ہی پیدا ہوتا ہے یہ ہر وقت انسان نگلتا ہی رہتا ہے تو اگرچہ تھوک منہ میں پیدا ہوا لیکن اس ڈیوڑھی سے، حلق کے اس مقام سے گزر کر نیچے اتر گیا جس سے نیچے اترنا منع فرمایا گیا ہے یعنی کھانے کا نیچے اترنا منع فرمایا گیا ہے تو یہ بھی ایک کھانے پینے کی چیز ہے جو انسانی لعاب میں بھی تو بہت سی چیزیں موجود ہیں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پانی سے زیادہ قوی ہے لعاب۔ پانی کے قطرہ سے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر اسے انسان نگل لے لیکن لعاب سے نہیں ٹوٹتا۔ تو یہ چیزیں احتیاط کے تقاضے ہیں جو آپ کو پیش نظر رکھنے چاہئیں اور ہر وقت تھوکتے نہ رہیں... تھوک کا نگلنا ہی سنت ہے اور پانی کا نہ نگلنا سنت ہے۔“

(خطبہ جمعہ 25 دسمبر 1998ء)

رمضان کی راتوں میں جماع

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت 188 کے تفسیری نوٹ میں فرمایا:

”كُنْتُمْ تَحْتَانُونَ اَنْفُسِكُمْ سے مراد یہ ہے کہ صحابہ عموماً رمضان کی راتوں میں ازدواجی تعلقات سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں ان تعلقات کی اجازت دی گئی ہے۔ دوسری آیت میں صرف اعتکاف کے دوران ازدواجی تعلقات کی منافی آتی ہے۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 48)

لیلیۃ القدر

کسی لجنہ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ سورۃ القدر میں لکھا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ساری زندگی سے بہتر ہے اسی رات کے اندر انسان خدا کے ساتھ ایک خاص تجربہ کرتا ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ لیلیۃ القدر رمضان کے دس مقررہ دنوں سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے یا رمضان سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے؟

فرمایا:

”لیلیۃ القدر زیادہ تر رمضان سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ رمضان کے آخری دنوں میں عبادت کی تلقین کرنے کے لئے کوئی ایک دن مقرر نہیں فرمایا بلکہ ہر طاق رات جو آخری عشرے میں آتی ہے اس میں کوشش کرو تو لیلیۃ القدر مل سکتی ہے۔ خاص وہ عبادت کے دن ہوتے ہیں لوگ خاص زور مار رہے ہوتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو جو توبہ کا دن نصیب ہو جائے چاہے کسی وقت ہو کسی بھی عمر میں ہو سچی توبہ کا دن نصیب ہو جائے تو اس کی لیلیۃ القدر اسی وقت آگئی ہے۔ یہ فرمایا ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ اوسط عمر زیادہ سے زیادہ جو صحت مند ممالک میں ان کی بھی اسی سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی اس سال کچھ مہینے تو ساری عمر اگر آدمی اس ایک رات کو نہ پائے تو وہ اس کی ساری عمر بے کار ہو جائے گی اور اگر وہ پالے تو جب بھی پالے تو اس کی وہ ایک رات جو ہے خدا نے اس کے گناہ معاف کر دیئے صاف کر دیئے تو اس کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔“

(جرمن خواتین سے ملاقات۔ الفضل 10 جون 2002ء صفحہ 4)

ایک لجنہ بہن نے سوال کیا کہ کیا اعتکاف دس دن سے کم بیٹھنے کی اجازت ہے؟

فرمایا:

”نہیں۔ جو عورت ایسی حالت میں ہو کہ اس کو پورے دس دن کی توفیق نہ ملے۔ تو اس کو بیٹھنا ہی نہیں چاہیے۔ گھر میں تبرکاً بیٹھ جائیں اصل اعتکاف تو مسجد میں ہوتا ہے۔“
(لجنہ سے ملاقات۔ روزنامہ الفضل 8/ مئی 2000ء صفحہ 3)

ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو روزہ نہیں رکھ سکتے کیا وہ تراویح بھی نہیں پڑھ سکتے۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ

”اس کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ جن کو خدا تعالیٰ نے روزہ سے مستثنیٰ رکھا ہے ان کو دوسری عبادتوں سے تو مستثنیٰ نہیں رکھا۔ وہ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً پڑھ سکتے ہیں۔“

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنے بعض فرائض میں کمزور ہو تو دوسرے فرائض جھڑ تو نہیں جاتے۔“

(ملاقات 22/ مارچ 1994ء۔ روزنامہ الفضل 13/ نومبر 1999ء)

عید کے متعلق حضورؐ سے مختلف سوالات کیے گئے جن کے جوابات آپ نے ارشاد فرمائے۔

عیدیں علیحدہ علیحدہ دنوں میں کیوں مناتے ہیں؟

فرمایا:

”ہر جگہ عید کی علامتیں الگ الگ ظاہر ہوتی ہیں۔ کسی جگہ افق پہ چاند نظر آگیا۔ کسی پہ نہ آیا۔ اب زمین تو گھوم رہی ہے اور چاند بھی مختلف وقتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ افق بدل جاتے ہیں اس لئے جب قرآن کریم پر غور کریں تو وہاں چاند دیکھنے ذکر ملتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کرتے تھے۔ کسی نے چاند دیکھا؟ اگر چاند نظر آگیا ہو تو پھر عید کر لیا کرتے تھے۔ جہاں نظر نہیں آتا تھا وہاں انتظار کرتے تھے۔ اصول یہ ہے کہ تیس روزے تک چاند کا انتظار کر سکتے ہو۔ اس کے بعد اکتیسویں دن ضروری ہے عید۔ لیکن اگر چاند اکتیسویں روزے میں نظر آجائے تو پھر اکتیس روزے ہو جائیں گے۔ تیسویں دن عید ہو جائے گی۔ چاند پر انحصار ہے۔“

(اطفال سے ملاقات الفضل 9/ اپریل 2001ء صفحہ 6)

کسی بچے نے پوچھا کہ جس دن عید کی نماز تھی اس دن میرے سکول میں امتحان تھے اس وجہ سے میری عید کی نماز چھوٹ گئی کیا میں عید کی نماز بعد میں پڑھ سکتا ہوں؟

فرمایا:

”نہیں آپ کو کوئی گناہ نہیں ہو گا یہ مجبوری ہے۔ بچوں کو ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک غیر ملک میں رہ رہے ہیں۔ جہاں مذہب دین حق نہیں ہے۔ اس لیے وہاں ایسی باتیں ہو جاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں پر ویسے بھی عید کی نماز فرض نہیں ہے۔ آپ کی عمر تو ابھی چھوٹی ہے۔“

(اطفال سے ملاقات الفضل 29/ جنوری 2001ء صفحہ 3)

عید کی نماز عورت پر فرض ہے

فرمایا:

”جہاں تک عام دنوں میں عام عبادتوں کی شمولیت کا تعلق ہے، میں بیان کر چکا ہوں کہ اس میں فرضیت نہیں ہے۔ لیکن فقہاء یہ بیان کرتے ہیں کہ عید کی نماز عورت کے لیے بھی فرض ہے اس میں اس نے ضرور شامل ہونا ہے۔ شاید اس لیے کہ عید میں بچے بھی تیار ہو کر ساتھ چلتے ہیں۔ اور بلکہ بچوں کو اچھے کپڑے پہننے کی وجہ سے زیادہ شوق ہوتا ہے باہر نکلنے کا۔ تو ماؤں پر فرض کر دیا کہ بچوں کو اکیلا نہ چھوڑیں ساتھ لے کر نکلیں صرف ایک ہی نماز ہے جو ان پر فرض ہے اور وہ عید کی نماز ہے۔“

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1988ء صفحہ 5)

عید کے روز سنت کے مطابق جانے کا راستہ اور واپسی کا راستہ مختلف ہونا چاہیے کیا دوسرے سفر میں بھی یہ طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟
فرمایا:

”صرف عید کے متعلق ہے کہ دعائیں پڑھتے جاتے ہیں اس لیے وہ جس رستے پر جاتے ہیں وہ رستہ بابرکت ہو جاتا ہے۔ واپسی کے سفر پر دوسرے رستے سے دعائیں کرتے آتے ہیں اچھا لگتا ہے۔“

(لجنہ سے ملاقات الفضل 25/ نومبر 2000ء صفحہ 4)

شوال کے چھ روزے کب رکھے جائیں؟

فرمایا:

”ان کے دن مقرر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے بعد وہ روزے شروع کر دیتے تھے اور چھ روزے رکھا کرتے تھے۔ اس لیے وہی دن ٹھیک ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔“

(اطفال سے ملاقات۔ الفضل 21/ اپریل 2000ء صفحہ 3)

شوال کے چھ نفلی روزوں کی کیا اہمیت ہے اور یہ کیسے شروع ہوئے؟

فرمایا:

”عید کے بعد جو نفلی روزے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کئے تھے اور جن لوگوں کو توفیق رکھنے کی ہو ان کو رکھنے چاہئیں اس سے ان کی ایک قسم کی وصیت ادا ہو جاتی ہے کیونکہ 30 روزے میں 6 اور ڈال لو تو چھتیس بن گئے اور سال کے 360 دن اور 36 روزے یہ ان کی گویا وصیت ہو گئی تو بدن کی بھی وصیت ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے جو رکھ سکتے ہیں جن کو توفیق ہے وہ رکھیں شوق سے بعضوں کو رمضان میں ہی مشکل ہوتی ہے اور ان کے لئے زائد روزے رکھنا طبیعت کے لحاظ سے یا بیماری کے لحاظ سے آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کو اجازت ہے وہ پیشک نہ رکھیں۔“

(لجنہ سے ملاقات۔ الفضل 8/ مئی 2000ء صفحہ 5)

اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول عبادات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)

